

دعوتِ دین و ایمان

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي
السِّلْمِ كَآفَّةً - اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو
اور فاسد خیالات میں پڑ کر شیطان کے قدم بہ قدم
مت چلو، واقعی وہ تمہارا کھلا دشمن ہے)

یہاں بھی ایمان والوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ دودھ اور دھنسی والی زندگی سے بچو اور پورے پورے طور پر
اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ معارف القرآن سے تفسیر ملاحظہ ہو۔

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو رہے نہیں کہ کچھ یہودیت کی بھی رعایت
خلاصہ تفسیر (کرو) اور ایسے خیالات میں پڑ کر شیطان کے قدم بہ قدم مت چلو، واقعی وہ تمہارا کھلا
دشمن ہے کہ ایسی پٹی پڑھا دیتا ہے کہ ظاہر میں تو سراسر دین معلوم ہو اور فی الحقیقت بالکل دین کے
خلاف، پھر اگر تم بعد اس کے کہ تم کو واضح دلیلیں و شرائع اسلام کی، پہن چکی ہیں، رہے بھی صراطِ
مستقیم سے، لغزش کرنے لگو تو یقین رکھو کہ حق تعالیٰ (بڑے) زبردست ہیں۔ سخت سزا دیں گے اور کچھ دنوں
تک سزا نہ دیں تو اس سے دھوکہ مت کھانا کیونکہ وہ) حکمت والے رہے ہیں رکنِ حکمت و مصلحت سے
کبھی سزا میں دیر بھی کر دیتے ہیں معلوم ہوتا ہے یہ لوگ رجوع بعد و صوح دلائل حق کے کج راہی اختیار
کرتے ہیں، صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ حق تعالیٰ اور فرشتے بادل کے سائبانوں میں ان کے پاس
سزا دینے کے لیے، آویں اور سارا قصہ ہی ختم ہو جاوے یعنی کیا اس وقت امر حق قبول کریں گے جس
وقت کا قبول کرنا مقبول بھی نہ ہوگا) اور یہ سارے رجسز و سزاکے) مقدمات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف
رجوع کیے جاویں گے کوئی دوسرا صاحب اختیار نہ ہوگا، سو ایسے زبردست کے ساتھ مخالفت کرنے
کا انجام بجز خرابی کے کیا ہو سکتا ہے)

ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً سلم بالکسر و بالفتح دو معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے، ایک صلح
دوسرا اسلام، اس جگہ جمہور صحابہ و تابعین کے نزدیک اسلام مراد ہے (ابن کثیر) لفظ کافہ جمیعاً اور عامۃ
کے معنی میں آتا ہے، یہ لفظ اس جگہ ترکیب میں حال واقع ہوا ہے، جس میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ ضمیر ادْخُلُوا
کا حال قرار دیا جائے، دوسرے یہ کہ سلم بمعنی اسلام کا حال ہو، پہلی صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ تم پورے
پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ، یعنی تمہارے ہاتھ پاؤں، آنکھ، کان، دل اور دماغ سب کا سب دائرہ
اسلام و اطاعتِ الہیہ کے اندر داخل ہونا چاہیے، ایسا نہ ہو کہ ہاتھ پاؤں سے تو احکام اسلامیہ بجالا رہی
ہوں مگر دل و دماغ اس پر مطمئن نہیں، یا دل دماغ سے تو اس پر مطمئن ہو مگر ہاتھ پاؤں اور اعضاء و جوارح

کا عمل اس سے باہر ہے

اور دوسری صورت میں ترجمہ یہ ہو گا کہ تم داخل ہو جاؤ مکمل اور پورے اسلام میں، یعنی ایسا نہ ہو کہ اسلام کے بعض احکام کو تو قبول کرو بعض میں پس و پیش رہے، اور چونکہ اسلام نام ہے اس مکمل نظامِ حیات کا جو قرآن و سنت میں بیان ہوا ہے خواہ اس کا تعلق عقائد و عبادات سے ہو، یا معاملات و معاشرت سے، حکومت و سیاست سے اس کا تعلق ہو یا تجارت و صنعت وغیرہ سے، اسلام کا جو مکمل نظامِ حیات ہے تم سب اس پورے نظام میں داخل ہو جاؤ۔

خلاصہ دونوں صورتوں کا قریب قریب یہی ہے کہ احکامِ اسلام خواہ وہ کسی شعبہ زندگی سے متعلق ہوں اور اعضا، ظاہری سے متعلق ہوں یا قلب اور باطن سے ان کا تعلق ہو، جب تک ان تمام احکام کو سچے دل سے قبول نہ کرو گے مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں ہو گے۔

اس آیت کا شانِ نزول جو اوپر بیان ہوا ہے اس کا بھی حاصل یہی ہے کہ صرف اسلام ہی کی تعلیمات مختاراً مطمح نظر ہونا چاہیے، اس کو پورا پورا اختیار کر لو تو وہ تمہیں سارے مذاہب و ملل سے بے نیاز کر دے گا **قنبیہ** : اس میں اُن لوگوں کے لیے بڑی تنبیہ ہے جنہوں نے اسلام کو صرف مسجد اور عبادات کے ساتھ مخصوص کر رکھا ہے، معاملات اور معاشرت کے احکام کو گویا دین کا جز، ہی نہیں سمجھتے، اصطلاحی و بیداروں میں یہ غفلت عام ہے، حقوق و معاملات اور خصوصاً حقوق معاشرت سے بالکل بیگانہ ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان احکام کو وہ اسلام کے احکام ہی یقین نہیں کرتے، نہ اُن کے معلوم کرنے یا سیکھنے کا اہتمام کرتے ہیں نہ اُن پر عمل کرنے کا رُخوذ باللہ، کم از کم مختصر رسالہ آداب معاشرت حضرت سیدی حکیم الامتؒ کا ہر مسلمان مرد و عورت کو ضرور پڑھ لینا چاہیے۔ (معارف القرآن ج ۱ ص ۴۹۱)

فت: حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی مدظلہ کے فرمان کا مفہوم ہے کہ یہاں لفظ سلّم آیا ہے الا سلام نہیں ہے۔ اسلام کے معنی اور تقاضا چند لفظوں کا بولنا اور پورا کرنا ہے اور سلّم کا مفہوم ہے کہ م گھنٹے کی زندگی مکمل طور پر احکامِ شریعت کے تابع کر کے گزارے جس طرح عام مسلمان اور مومن میں فرق ہے اسی طرح اسلام اور سلّم میں فرق ہے۔ ہر وقت یہ استحضار رہے کہ اس وقت مجھ سے میرا پروردگار کونسی زندگی کا مطالبہ کر رہا ہے اس کو شریعت کی روشنی میں دیکھ کر عمل کرے جب تو ”ایمان والا“ اور ”مومن“ کہنے کا مستحق ہو گا ورنہ صرف مسلمان نام کا سیل لگا دینے سے تقاضا پورا نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے ہم کو صرف انسان و مخلوقات نہیں بنایا بلکہ اسلام و ایمان جیسی دولت عظمیٰ بخشی۔ اسی پر بھی بس نہیں کیا بلکہ بلا مانگے اور بلا مشقت و مجاہدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت

میں پیدا کیا جس کی نمنا بڑے بڑے انبیاء کرتے تھے۔ اُمتِ محمدیہ کے مقام و عظمت کا کیا پوچھنا؟ اُس کی خوش نصیبی پر جتنا شکرانہ ادا کیا جائے اور ناز کیا جائے کم ہے لیکن یہ شکرانہ اور یہ ناز کا حق جب بھی ادا ہو گا حیب انسان مکمل طور پر رب چاہی زندگی گزارے اور رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس طریقوں کو زندگی کے ہر پہلو میں اپنائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ نبوی محنت کا حاصل یہ ہے کہ انسان اللہ کے رنگ میں مکمل طور پر رنگ جائے پھر اس نورانی و روحانی زندگی کو اُمت میں پھیلانے۔ کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ (الآیۃ) سے یہی مراد ہے کہ تم بہترین اُمت ہو کہ لوگوں کی نفع رسانی کے لیے نکالے گئے ہو (کیونکہ) تم لوگ نیک کام کرنے کے بعد اور اپنی رعیت کو نیکی کی طرف لگا کر لوگوں کو نیک کام، کا حکم کرتے ہو اور بڑے کام سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو..... ہر مسلمان سے اللہ تعالیٰ ایسی زندگی کا مطالبہ کرتا ہے اور یہ دنیا اُس کے لیے آزمائش اور امتحان کی جگہ مقرر کی ہے، یہی ہے مقصد انسان کی تخلیق کا۔

حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب امریکہ کے ایک تبلیغی اجتماع میں خطاب فرماتے ہوئے بیان کیا کہ، ایک جگہ بڑی

یہ اُمت کو تو ال بنا کر بھیجی گئی ہے

چوری ہوئی تو ایس پی کلکٹر ڈی ایم وغیرہ سب تحقیقات کے لیے پہنچ گئے، اتنے میں کو تو ال نے کلکٹر سے کہا، حضور! میں نے چوری نہیں کی۔ کلکٹر نے غصے میں جواب دیا کہ بھلا! تو بھی چوری کر سکتا ہے؟ یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے؟ تم تو لوگوں کی حفاظت۔ جان مال آبرو کے تحفظ کے لیے مقرر کیے جاتے ہو، تم نے یہ سوچا ہی کیوں کہ تم نے چوری کی ہے؟ تم بھلا یہ کر سکتے ہو؟ میرا سوال تم سے تو یہ ہے کہ تمہاری موجودگی میں، تمہارے ہوتے ہوئے یہ چوری کیسے ہوئی؟ اس پر

”حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اسی طرح یہ اُمت اقوام عام کے لیے، اپنے ملک کیلئے

اپنے علاقہ کے لیے، اپنے محلہ کے لیے، اپنے گھر کے لیے کو تو ال بنا کر بھیجی گئی ہے۔ اس

کے یہ کہہ دینے سے کام نہیں چلے گا کہ اے اللہ! میں نے تو نماز نہیں چھوڑی تھی بلکہ میں

نے نماز باجماعت اور تکبیر اولیٰ سے پڑھی تھی! اُس سے تو یہ سوال ہو گا کہ تمہارے گھر میں

تمہارے محلہ میں، تمہارے پڑوس میں، تمہارے اطراف میں بے نمازی کیوں

تھے؟ تم نے ان کے سلسلے میں کیا فکر کی؟ کیا محنت کی؟

رریاض الجنۃ ۵-۱۲-۱۲۶-۱۲

لے دیکھئے محترم باوا صاحب کے مضامین ”اُمتِ محمدیہ کی فضیلت اور ”مومن کا مقام و عظمت“

ف: اللہ تعالیٰ بھلا کر سے حضرت مفتی کا! اللہ تعالیٰ کا کرم و فضل ہوا کہ گزشتہ کل ہی میں نے ایسے کلمات تحریر کیے تھے جس کا عنوان ہے ”دوبلتغین کی ذمہ داریاں“ اور آج صبح ہی ہم نے وہ ریاض الجنہ جو پورواہوں پر روانہ کیا ہے۔ آج کا حاجی غازی اور مبلغ اپنے لیے تو سب کچھ کرتا ہے لیکن خود اس کے گھر والے دین سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسے غازی جب اپنے گھروں کو بنانہ سکیں، اُن سے کیا امیدیں کی جاسکتی ہیں کہ اُمت کے کوتاہوں کو نمازی بنائے، خود اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ لے کہ نماز کے علاوہ اور بھی تو کئی فرائض ہیں، کیا وہ اُن کی ادائیگی کر رہا ہے؟

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی مدظلہ العالی اپنی وصایا میں لکھتے ہیں کہ۔

”یہ خوب سمجھ لیں کہ اسلام یا اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف کلمہ طیبہ پڑھ لینے یا نماز روزہ وغیرہ چند عبادات ادا کر لینے کا نام نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پوری زندگی شریعت کے مطابق ہو اور بندہ اپنی سب خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا میں فناء کر دے۔“

(وصیت نامہ ص ۷۲)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے نبیل القدر صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت میں فرمایا۔
 ”اللہ تعالیٰ کی قسم! میں عہد نبوت کی کوئی بات اب لوگوں میں نہیں دیکھتا، سوائے اس کے کہ نمازوں کے لیے ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں اور بس! بقیہ امور میں بہت کچھ تبدل اور تغیر آچکا ہے۔“ (النور)

معلوم ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں ایک عظیم مقصد کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ جتنی بڑی عظمت والی یہ اُمت ہے اتنے ہی اس کے تقاضے اور ذمہ داریاں ہیں۔ بروز قیامت معیارِ ذمہ داری پر حجت اور باز پرس ہوگی۔ آج جو لوگ اقتدار کے نشے میں اپنی ذمہ داریوں کا حق اداء نہیں کرتے وہ گویا اپنے پورے معاشرے اور قوم و ملت کے پاؤں پر کلہاڑے مار رہے ہیں جس کا آج کل ہر جگہ مشاہدہ ہو رہا ہے اور لوگ شکایتیں کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی صحیح سمجھ اور فہم عطا فرماوے آمین۔

چونکہ ہر شخص اپنی تخلیق کا کچھ اور ہی تصور اور مقصد بنا رکھا ہے اور اس کے مطابق ہماری حالتِ زار

من مانی زندگی گزارتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو ہماری حالت پر چھوڑ دیا ہے کہ جاؤ! اور ٹھوکریں کھاؤ، ذلیل و رسوا ہو، تڑپتے رہو، تمھارا کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا۔ نہ جان و مال محفوظ اور نہ عزت جیسے ہمارے اعمال ہوں گے ویسے ہی ہمارے اوپر حالات مسلط کیے جائیں گے۔ آج بھی اگر ہم اپنی تخلیق کا مقصد سمجھ کر گدوں جھکا دیں اور رب چاہی زندگی گزارنے پر آجائیں تو اللہ تعالیٰ

(بقیہ صفحہ ۵۲ پر)